Maulānā 'Ubaid Allāh Sin<u>dh</u>ī's Contribution to Qur'ānic Studies: An Introduction

Rasheed Ahmed❁
Jamil Ahmed Nutkani❁

ABSTRACT

Naẓẓārat al-Ma'ārif al-Qur'āniyyah was an educational institute that was established in Delhi on June 13, 1913 with an aim to promulgate Shāh Walī Allāh's Qur'ānic thought. Maulānā Maḥmūd Ḥasan, *Shaikh al-Hind*, founded the institute and appointed Maulānā 'Ubaid Allāh Sin<u>dh</u>ī as its Director General. Drawing inspiration from Shāh Walī Allāh's principles of *tafsīr*, Maulānā Sin<u>dh</u>ī elaborated basic principles for the study of the Qur'ān in accordance with the needs of the modern era. His understanding of the Qur'ān is discernable in four *tafāsīr*, which are basically compilations of notes taken by his students during his lectures. These are: *Ilhām al-Raḥmān* in Arabic language, *Ilqā' al-Mannān* in Sindhi language, and *al-Maqām al-Maḥmūd* and *Qur'ānī Shu'ūr-i*

❁ Lecturer, Department of Islamic Studies, MNS University of Agriculture, Multan. (rasheed.ahmad@mnsuam.edu.pk)
❁ Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan. (jamilnutkani@bzu.edu.pk)

Inqilāb in Urdu language. This article introduces in detail the contribution of Maulānā Sindhī to Qur'ānic Studies.

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی قرآنی خدمات کا جائزہ

رشید احمد ۞

جمیل احمد نتکانی ۞

بیسویں صدی کے آغاز میں مسلمانوں کی آخری امید، خلافت عثمانیہ [۱] ہچکولے لے رہی تھی۔ اس تناظر میں عالم اسلام اور بالخصوص اسلامیان برصغیر کو جو چیلنجز درپیش تھے، ان میں جہاں مسلمانوں اور برصغیر کے عوام کو منظم کرنا تھا وہیں انھیں بیسویں صدی کے جدید عمرانی وسیاسی اور صنعتی ومعاشی تقاضوں سے بھی آگاہ کرنا تھا۔ بادشاہی نظام دنیا سے رخصت ہو رہا تھا؛ نئے سماج کی تشکیل ادارہ جاتی عمل کی بنیادوں پر تھی۔ سیاسی حوالے سے قومی جمہوری تصورات، معاشی حوالے سے مشین کے استعمالات اور اجتماعی و ادارہ جاتی معیشت کے تصورات ارتقا پذیر تھے۔ اسی طرح مذہبی تعلیم اور عصری تعلیم کے حاملین کو ایک نظم میں ڈھال کر یک جا کرنا، سماجی تشکیل نو کے لیے ضروری اور ناگزیر عمل تھا۔

انسانی سماج ارتقا پذیر ہے۔ اس کے گرد و پیش کا ماحول اس سے تقاضا کرتا ہے کہ معاشرے کی زمانے کے تقاضوں کے مطابق تشکیل کی جائے۔ اسی کے لیے نئی سے نئی شریعتیں آئیں اور انبیا تشریف لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر کے نئی شریعت پر نئے سماج کی تشکیل کی۔ اسی کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد کی طرف رہ نمائی فرمائی اور دین کی تجدید کرنے والے مجددین کی آمد کا بتلایا۔ جیسے کسی

۞ لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، محمد نواز شریف زرعی یونی ورسٹی، ملتان۔(rasheed.ahmad@mnsuam.edu.pk)

۞ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان۔(jamilnutkani@bzu.edu.pk)

۱۔ خلافت عثمانیہ کی بنیاد عثمان خان بن ارطغرل (۱۲۵۸ء–۱۳۲۶ء) نے رکھی۔ خلافت کا پھیلاؤ بہ تدریج عمل میں آیا اور خلافت عثمانیہ کے معروف حکم ران سلطان محمد فاتح (۱۴۳۲ء– ۱۴۸۱ء) نے موجودہ ترکی کے شہر استنبول (قسطنطنیہ) کو ۱۴۵۳ء میں فتح کیا اور اسے خلافت عثمانیہ کا بین الاقوامی مرکز بنایا۔ خلافت کا یہ سلسلہ پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء–۱۹۱۸ء) تک موجود رہا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد زوال پذیر خلافت ۱۹۲۲ء میں خلیفہ کے عہدے سے بھی محروم ہوگئی۔ ۱۹۲۴ء میں خلافت کی جگہ جمہوریہ ترکی کا اعلان کر دیا گیا۔ (محمد عزیر، **دولت عثمانیہ** (اعظم گڑھ: دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، ۲۰۰۹ء)، ۱: ۱۶–۹۴؛ مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی، مفتی انتظام اللہ شہابی، **تاریخ ملت** (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۱ء)، ۳: ۲۱۰۔)

زمانے میں بادشاہی نظام معاشرے کے مسائل کے حل میں درست کردار ادا کرتا تھا، لیکن مرور زمانہ سے یہ مسائل کے حل کے بجائے خود ایک مسئلہ بن گیا جس کے لیے ایک نئے بندوبست کی ضرورت پڑی۔ حضرت شاہ ولی اللہ [۲] کے سلسلۂ فکر کے حاملین [۳] قرآن حکیم، سیرت رسول ﷺ، سیرت جماعتِ رسول اور ہزار سالہ فکری ارتقا کے اساسی اصولوں [۴] پر نئے سماج کی تشکیل کے لیے جدوجہد میں مصروف تھے، اسی سلسلے کی ایک کڑی مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جن کی قرآنی خدمات اس مقالے میں زیر بحث لائی گئی ہیں۔

۲– شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۰۳ء– ۱۷۶۲ء) کا نام قطب الدین احمد تھا۔ آپ نے اسلامی عقائد، عبادات و احکامات کے اسرار بتائے۔ قرآنی فکرو فلسفہ، قرآنی حکمت اور اس کے احکامات کی بنیادی روح کو واضح کرنے کے لیے **حجۃ اللہ البالغۃ** تصنیف فرمائی۔ قرآنی تعلیمات اور ان کے مقاصد کو سمجھنے کے لیے **الفوز الکبیر فی اصول التفسیر** تصنیف کی۔ قرآنی تعلیم کو عام کرنے کے لیے **فتح الرحمن بترجمۃ القرآن** کو تصنیف کیا۔ ان اصولوں پر آپ کی اولاد میں سے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۴۶ء– ۱۸۲۴ء)، شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۵۳ء–۱۸۱۴ء) اور شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۵۰ء–۱۸۱۸ء) نے قرآنِ حکیم کے تراجم اور تفاسیر لکھیں۔(عبید اللہ سندھی، **شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ** (لاہور: سندھ ساگر اکیڈمی، ۲۰۰۲ء)،۲۸؛ عبدالخالق آزاد، "قرآن حکیم کی تفسیر کا ایک جامع اسلوب اور اس کے ارتقاء و تطور کا جائزہ" **شعور آگہی**، لاہور، ۱: ۴ (۲۰۰۹ء)، ۶؛ ابوالحسن علی ندوی، **تاریخ دعوت و عزیمت** (لکھنؤ: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ۲۰۰۶ء)، ۵: ۹۷۔)

۳– ولی اللّٰہی فکر کے حاملین میں خانوادۂ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، آپ کے جانشین شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۸۳ء–۱۸۴۶ء)، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۱۷–۱۸۹۹ء)، مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۳۲ء–۱۸۸۰ء)، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۲۷ء–۱۹۰۵ء)، شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۵۳ء–۱۹۱۹ء)، شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۵۱ء–۱۹۲۰ء) اور مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۲ء–۱۹۴۴ء) نمایاں ہیں۔

۴– اساسی اصول: انبیا کی بعثت کا مقصد معاشرے میں عدل و انصاف قائم کرنا ہے (القرآن ۵۷: ۲۵)؛ قرآن معاشرے میں اپنے نظام کا غلبہ چاہتا ہے (القرآن ۴۸: ۲۸)؛ قرآن معاشرے میں عدل کی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے (القرآن ۱۶: ۹۰)۔ حضور اکرم ﷺ اور آپ کی جماعت صحابہ نے قرآنی اصولوں کو معاشرے میں غالب کیا اور عدل کا نظام قائم کیا، جو تقریباً ایک ہزار سال تک غالب رہا۔ برصغیر میں مسلم دور حکم رانی کے زوال کے بعد دین اسلام کے سیاسی اور معاشی غلبے کا تصور ختم ہو چکا تھا۔ عقائد و عبادات اور اس کے اخلاقی تصورات کو کل دین سمجھ لیا گیا۔ اس لیے ضرورت تھی کہ دین کے حقیقی تصور کو معاشرے میں پیش کیا جائے تاکہ دینی اقدار کا معاشرے میں غلبہ ہو سکے۔ ان قرآنی تعلیمات کا شعور بیدار کرنے کے لیے "نظارۃ المعارف القرآنیہ" قائم کیا گیا۔

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اور نظارۃ المعارف القرآنیہ

"نظارۃ المعارف القرآنیہ" کا قیام ۱۳/ جون ۱۹۱۳ء کو متحدہ ہندوستان کے شہر دہلی میں عمل میں لایا گیا۔[۵] اس کا مقصد یہ تھا کہ برصغیر کے قومی اور بین الاقوامی حالات[۶] کے تناظر میں عصری و مذہبی علوم کے فاضل حضرات کو ایک مرکز پر اکٹھا کیا جائے۔ ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جائے؛ ولی اللّٰہی فلسفہ و حکمت پر ہندوستان کے معروضی حالات میں سیاسی تربیت دی جائے، تاکہ قومی جدوجہد کے حوالے سے عصری و مذہبی علوم سے وابستہ نوجوانوں میں شعور و آگہی پیدا کر کے ہندوستان کو ایک مؤثر قیادت فراہم کی جائے۔[۷]

"نظارۃ المعارف القرآنیہ" کے بانی شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ[۸] نے ایک طرف شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ[۹] کے اردو ترجمۂ قرآن[۱۰] پر نظر ثانی کر کے اس دور کی رائج زبان میں پیش کیا جو **موضح الفرقان** کے

۵- عبید اللہ سندھی، **التمهيد لتعريف أئمة التجديد** (حیدر آباد: سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۷۶ء)، ۲۶۔

۶- قومی حالات سے مراد انگریز کے خلاف جدوجہد آزادی، بین الاقوامی حالات سے مراد بلقان کی ریاستوں پر یورپی حملے اور خلافت عثمانیہ کا تحفظ۔

۷- آزاد، "قرآن حکیم کی تفسیر"، ۴۵۔

۸- مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا ذوالفقار علی دیوبند کے تھے۔ ابتدائی علوم کے حصول کے بعد آپ کے والد ماجد نے آپ کو مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے پہلے شاگرد تھے۔ ۱۸۷۳ء میں تدریس کے فرائض سنبھالے۔ ایک عالم دین ہونے کے ساتھ آپ کی پوری زندگی برصغیر کی آزادی کے لیے سیاسی و سماجی جدوجہد سے بھی معمور ہے۔ آپ نے برطانوی استعمار کے خلاف تحریک چلائی، جو تحریک ریشمی رومال کے نام سے معروف ہے۔ اسی جدوجہد آزادی کی وجہ سے انگریز نے آپ کو ۱۹۱۷ء تا ۱۹۲۰ء مالٹا کی جیل میں قید رکھا۔ مالٹا سے رہائی پر آپ نے تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ اسی موقع پر مفتی کفایت اللہ نے آپ کے لیے شیخ الہند (Great Leader of India) کے لقب کا اعلان کیا۔ یہ ایک عوامی اجتماع میں عوام کی جانب سے دیا گیا لقب تھا، جو اتنا زبان زد عام ہوا کہ آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔ آپ کے شاگردوں میں ہندوستان کی چوٹی کے لیڈر اور علما شامل ہیں۔ (سید اصغر حسین، **حیات شیخ الہند** (لاہور: وفاق پریس، ۱۹۷۷ء)، ۱۷- ۲۰، ۱۸۹؛ سید محمد میاں، **علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے** (لاہور: اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز، ۲۰۱۰ء)، ۱۲۱۔)

۹- شاہ عبد القادر محدث دہلوی شاہ ولی اللہ کے تیسرے بیٹے ہیں۔ انھوں نے اپنے والد کے ترجمۂ قرآن کے اسلوب کو بنیاد بناتے ہوئے قرآن کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ لغت اور الفاظ کے چناؤ میں بہت سی خصوصیات سموئے ہوئے۔ (ندوی، **تاریخ**، ۵: ۳۸۶-۳۸۷)

۱۰ یہ ترجمہ **موضح قرآن** ہے، جس میں شاہ عبد القادر کے تفسیری فوائد بھی ہیں۔ یہ ترجمہ انھوں نے جامع مسجد اکبر آبادی، دہلی

نام سے موجود ہے؛ دوسری طرف امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصول تفسیر اور قرآنی فکر و فلسفے کو ہندوستان کی دو علمی تحریکوں، دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ کالج، کے طلبہ میں منتقل کرنے، ان اداروں کے طلبہ میں ہم آہنگی پیدا کرنے، قرآنی افکار کی ترویج اور غلبہ دین کی قرآنی حکمت پر تربیت کے لیے "نظارۃ المعارف القرآنیہ"[۱۱] قائم کی۔[۱۲] شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بااعتماد شاگرد مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ[۱۳] کو "نظارۃ المعارف القرآنیہ" کی ذمہ داری سونپی۔[۱۴]

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۲ء– ۱۹۴۴ء) ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں چیاں والی میں پیدا ہوئے۔ سکھ مذہب میں آپ کا نام بوٹا سنگھ ولد رام سنگھ ولد جسپت رائے ولد گلاب رائے تھا۔ ۱۸۸۷ء میں مڈل کی تیسری جماعت (یعنی ہشتم) میں پڑھتے تھے کہ اظہار اسلام کے لیے گھر چھوڑ دیا۔ سندھ کے صوفی بزرگ حضرت حافظ محمد صدیق صاحب[۱۵] بھرچونڈی شریف کے ہاتھ پر قادری راشدی طریقے پر بیعت طریقت کی۔ ۱۸۸۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے شیخ الہند مولانا محمود حسن کے دروس میں شامل ہوگئے۔ ۱۸۹۰ء میں سالانہ امتحان میں دینی علوم کی تکمیل کی سند حاصل کی۔ ۱۸۹۱ء میں شیخ الہند نے اجازت تدریس تحریر فرمادی۔ ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۹ء تک سندھ میں تدریس، تصنیف، اشاعت اور دعوت و ارشاد میں مصروف عمل رہے۔[۱۶]

میں معتکف ہو کر چالیس سال میں مکمل کیا۔ (اخلاق حسین قاسمی، **محاسن موضح قرآن** (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، س ن)، ۸۹–۹۰۔

۱۱– قرآنی علوم کی معرفت کا ادارہ (Institute of Quranic Sciences)۔

۱۲– آزاد، "قرآن کی تفسیر"، ۴۵۔

۱۳– عبید اللہ سندھی، **ذاتی ڈائری** (لاہور: مکی دار لکتب، ۱۹۹۵ء)، ۱۸؛ ابو سلمان شاہ جہان پوری، **امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی: حیات و خدمات** (لاہور: دارالکتاب، ۲۰۰۷ء)، ۲۴۸۔

۱۴– محمد سلمان منصور پوری، **ایشیا کا عظیم انقلابی لیڈر** (لاہور: حاجی حنیف اینڈ سنز، ۲۰۰۱ء)، ۸–۹؛ مفتی عبدالخالق آزاد، **سرگزشت حیات امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی** (لاہور: رحیمیہ مطبوعات، ۲۰۱۴ء)، ۸۴۔

۱۵– حافظ محمد صدیق (م۔ ۱۸۹۱ء) نے بھرچونڈی شریف (تحصیل ڈھرکی، ضلع گھوٹکی، سندھ) خانقاہ کی بنیاد رکھی؛ قادریہ، راشدیہ سلسلے کے بزرگ تھے، جدوجہد آزادی میں بھی کردار ادا کیا۔ انھیں سید العارفین کا لقب دیا گیا۔ حامی عبیدی، **ید بیضا** (لاہور: انجمن خدام الدین، ۱۹۷۶ء)، ۵۹–۳۹۔

۱۶– آزاد، **سرگزشت**، ۵۰–۵۵۔

مولاناعبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیو بند میں قیام کے دوران شیخ الہند کے ترجمۂ قرآن **موضح الفرقان** کے سلسلے میں شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی نشستوں سے استفادہ کیا اور ترجمۂ قرآن کے بنیادی اسلوب سے آگہی حاصل کی۔ ۱۹۰۲ء میں قرآنی علوم کی ترویج کے لیے دارالرشاد کے نام سے گوٹھ پیر جھنڈا (حیدرآباد سندھ) میں ادارہ قائم کیا۔ شیخ ابوالحسن تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ[۱۷] کے ساتھ سندھی زبان میں ترجمۂ قرآن حکیم میں معاونت کی اور اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ آپ ۱۹۰۹ء میں شیخ الہند کی قائم کردہ "جمعیۃ الانصار" کے ناظم اعلیٰ بنے اور قرآنی علوم کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کیا۔ بعد ازاں، آپ ۱۹۱۳ء میں "نظارۃ المعارف القرآنیہ" کے ناظم اعلیٰ بنے۔[۱۸]

"نظارۃ المعارف القرآنیہ" کی سرپرستی درج ذیل حضرات فرمارہے تھے:[۱۹]

۱۔ مولاناشاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ[۲۰]

۱۷۔ شیخ ابوالحسن مولانا سید تاج محمود امروٹیؒ (۱۸۵۹ء–۱۹۲۹ء) کی ولادت گوٹھ دیوانی، ضلع خیر پور، سندھ میں ہوئی۔ وہ سیدالعارفین حافظ محمد صدیق بھرچونڈی شریف کے خلیفہ تھے۔ امروٹ شریف (گڑھی یاسین) میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ انگریزوں کے خلاف آزادی کی جدوجہد میں شریک عمل رہے۔ (عبیدی، **ید بیضا**، ۷۱۔)

۱۸۔ آزاد، "قرآن کی تفسیر"، ۳۵–۳۸۔

۱۹۔ مولاناسندھی فرماتے ہیں کہ "شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے میرا کام دیو بند سے دہلی منتقل ہوا... اس (نظارۃ) کی سرپرستی میں شیخ الہند کے ساتھ حکیم اجمل خان اور نواب وقارالملک ایک ہی طرح شریک تھے۔ حضرت شیخ الہند نے جس طرح چار سال دیوبند میں رکھ کر میرا تعارف اپنی جماعت سے کرایا تھا، اسی طرح دہلی بھیج کر مجھے (عصری علوم سے واقف) نوجوان طاقت سے ملاناچاہتے تھے۔ اس غرض کی تکمیل کے لیے شیخ الہند دہلی تشریف لے آئے اور ڈاکٹر انصاری سے میرا تعارف کرایااور ڈاکٹر انصاری نے مجھے (محی الدین المعروف)مولانا ابو الکلام آزاد (۱۸۸۸ء– ۱۹۵۸ء) اور محمد علی مرحوم (۱۸۷۸ء–۱۹۳۱ء) سے ملایا۔ اس طرح تخمینا دو سال مسلمانان ہند کی اعلی سیاسی قیادت سے واقف رہا۔" (شاہ جہان پوری، **امام انقلاب**، ۷۷؛ سندھیؒ، **ذاتی ڈائری**، ۲۶–۲۷۔)

۲۰۔ مولاناعبدالرحیم رائے پوری ضلع انبالہ (ریاست ہریانہ، انڈیا) کے موضع تگری میں پیدا ہوئے۔ آپ قادریہ، مجددیہ سلسلے کے مشہور بزرگ حضرت میاں عبدالرحیم سہارن پوری؛ چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ کے بزرگ حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل اور مولانارشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل اور جانشین ہیں۔ آپؒ نے رائے پور (ضلع سہارن پور، اترپردیش، انڈیا) کے ایک باغ میں مستقل قیام فرمایاجو "گلزار رحیمی" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس خانقاہ نے "خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور" کے نام سے شہرت پائی۔ آپ نے ہندوستان کی آزادی میں بنیادی اور مرکزی کردار ادا کیااور ریشمی رومال جیسی بڑی تحریکات آزادی کی قیادت فرمائی۔ (عبدالخالق آزاد، **مشائخ رائے پور** (لاہور: دارالتحقیق والاشاعت، ۲۰۰۶ء)، ۴۳۔)

۲– شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ

۳– مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ (۲۱)

۴– نواب وقار الملک (۲۲)

۵– حکیم اجمل خان (۲۳)

۶– ڈاکٹر مختار احمد انصاری (۲۴)

۲۱– مولانا خلیل احمد سہارن پوری (۱۸۵۲ء–۱۹۲۶ء) کا قصبہ انبیٹھ (ضلع سہارن پور، ریاست اتر پردیش، انڈیا) سے تعلق تھا۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارن پور سے دینی تعلیم حاصل کی۔ مظاہر العلوم میں ہی استاد مقرر ہوئے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تحریک ریشمی رومال میں شریک رہے اور قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں۔ مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہیں۔ (محمد اکبر شاہ بخاری، **اکابر علماء دیوبند** (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۹ء)، ۴۵۔)

۲۲– نواب وقار الملک (۱۸۴۱ء–۱۹۱۷ء) کا نام مولوی مشتاق حسین ہے۔ وہ امروہا (اتر پردیش، انڈیا) کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۶۱ء میں ان کا تعلق علی گڑھ تحریک کے بانی سر سید احمد خان (۱۸۱۷ء–۱۸۹۱ء) سے ہوا۔ ۱۸۶۶ء میں علی گڑھ تحریک سے وابستہ ہوئے۔ ۱۸۷۵ء میں انڈیا کی ریاست حیدرآباد میں برٹش گورنمنٹ کی ملازمت اختیار کی اور ۱۷ سال تک وابستہ رہے۔ ان کی شاندار خدمات کی بنیاد پر انھیں نواب وقار الملک کا خطاب ملا۔ ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۴ء تک علی گڑھ کالج بورڈ کے سیکرٹری کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی دوران ان کا تعلق شیخ الہند سے ہوا۔
"Nawab Viqar-ul-Mulk and the Muslim nationalist movement," http://aligarhmovement.com/karwaan_e_aligarh/Nawab_Viqarul_Mulk/ Muslim _nationalist_movement. Accessed September 09, 2016.

۲۳– حکیم اجمل خان (۱۸۶۳ء–۱۹۲۷ء) طب کی دنیا میں نمایاں نام ہے۔ ماہر طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ عالم، دانش ور اور قومی رہ نما تھے۔ ۱۹۰۴ء میں مشرق وسطی اور ۱۹۱۱ء میں یورپ کے سفر پر گئے، جہاں طریق علاج پر تحقیقی مطالعہ کیا۔ علاج معالجے سے متعلق کئی کتابیں لکھیں۔ تحریک آزادی انڈیا میں سرگرم کردار ادا کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ میں بھی رہے۔ تحریک خلافت اور ترک موالات میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۲۱ء میں آل انڈیا کانگریس کے صدر رہے۔ اہل وطن کی مشترکہ سیاسی جدوجہد کے حامی تھے۔ آزادی کی جدوجہد میں نمایاں کردار پر عوام نے مسیح الملک کا خطاب دیا۔
"Hakim Ajmal Khan (Acting President for C.R. Das)," https://www.inc.in/en/leadership/past-party-president/hakim-ajmal-khan-acting-president-for-c-r-das. Accessed September 09, 2016.

۲۴– ڈاکٹر مختار احمد انصاری (۱۸۸۰ء–۱۹۳۶ء) نے اعلیٰ ثانوی درجے کی تعلیم انڈیا میں حاصل کی۔ ۱۹۰۱ء میں میڈیکل کی تعلیم کے لیے ایڈنبرا یونی ورسٹی میں داخل ہوئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہیں ہاؤس سرجن رہے۔ لندن کے مختلف ہسپتالوں میں معاون ڈاکٹر رہے۔ ۱۹۱۳ء–۱۹۲۰ء آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر رہے۔ ان کا شمار جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی کے بانیان میں

"نظارۃ المعارف القرآنیہ" کے قیام کے لیے جگہ کا انتخاب دہلی کی تاریخی مسجد فتح پوری[۲۵] میں کیا گیا۔ فتح پوری مسجد سے ملحق شمالی کمروں کو درس گاہ کے طور پر استعمال میں لایا گیا۔[۲۶]

نظارۃ المعارف القرآنیہ کے قیام کے بنیادی مقاصد

مؤسسین نظارۃ المعارف القرآنیہ کے پیش نظر بنیادی مقاصد حسب ذیل تھے:

۱۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں کو قرآنِ مجید پڑھانا۔

۲۔ اسلامی مکاتب، مدارس، سکول اور کالجوں میں معلمینِ قرآن تیار کرنا۔

۳۔ قرآنِ حکیم کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرانا۔

۴۔ قرآن شریف کے مضامین کو عام فہم بنانا، اور ان کی اشاعت و ترویج کے لیے تمام ممکنہ وسائل عمل میں لانا۔

۵۔ قرآنِ حکیم پر غیر مسلموں کے اعتراضات کا تحریراً و تقریراً جواب دینا۔

۶۔ عربی دان گریجویٹس کو ایک سال میں پورا قرآنِ حکیم اور **حجة الله البالغة**[۲۷] پڑھانا،

ہوتا ہے۔ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے فعال لیڈر رہے۔ ۱۹۲۷ء میں مدراس میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کے صدر رہے۔

"M.A. Ansari," https://www.inc.in/en/leadership/past-party-president/m-a-ansari. Accessed October 10, 2016.

۲۵۔ فتح پوری مسجد ۱۶۵۰ء میں قائم ہوئی۔ مغل بادشاہ شاہ جہان کی بیوی ممتاز محل کا تعلق فتح پور شہر سے تھا۔ فتح پور اتر پردیش کے شہر آگرا میں ایک میونسپل سٹی ہے۔ اسی کی مناسبت سے وہ بیگم فتح پوری کہلاتی تھیں۔ بیگم فتح پوری نے اس مسجد کو بنوایا تھا۔ اسی ممتاز محل کے نام سے تاج محل موسوم ہے۔ یہ مسجد دہلی کے مشہور چاندنی چوک کے مغربی طرف پرانی گلی میں واقع ہے۔

R. Nath, *History of Mughal Architecture* (India: Abhinav Publications, 2006), 4:508.

۲۶۔ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ، گزٹ، ۵ (۲۵/جون ۱۹۱۳ء)، ۱۳-۲۴۔

۲۷۔ **حجة الله البالغة** شاہ ولی اللہؒ کی شہرہ آفاق تصنیف ہے جس میں آپ نے قرآنی فکر و فلسفہ، قرآنی حکمت اور اس کے احکامات کی بنیادی روح کو واضح کیا؛ فلسفۂ دین و سیاست، ارتفاقات و اقترابات، اسلامی عقائد، عبادات و احکامات کے اسرار بتائے۔ آپ نے یہ معرکۃ الآرا کتاب ۱۷۳۴ء میں تصنیف فرمائی۔ (آزاد، "قرآن کی تفسیر"، ۶)

اس کے ساتھ ساتھ **موطأ امام مالک** [۲۸] مع شرح شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ[۲۹] کو پڑھانا، نیز **بخاری**،[۳۰] **مسلم**[۳۱] اور **ترمذی**[۳۲] کے اس قدر حصص پڑھانا جس سے طلبہ ان کتب سے واقف ہو جائیں۔[۳۳]

شیخ الہند کی تحریک علمی، سیاسی و سماجی جدوجہد سے معمور تھی جس نے برصغیر کے سماج پر گہرے نقوش مرتب کیے۔ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مربی اور استاذ کی اس جدوجہد میں ہمہ تن شریک کار تھے۔ آپ "نظارۃ المعارف القرآنیہ" میں ۱۹۱۵ء تک مصروف عمل رہے، پھر اپنے استاذ کے حکم پر افغانستان روانہ ہو گئے۔[۳۴]

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعۂ قرآن کے اصول

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے "نظارۃ المعارف القرآنیہ" میں قرآنی تعلیم کے لیے کچھ بنیادی اصول مطالعۂ قرآن کو پیش نظر رکھا، جو کتاب کی صورت میں موجود ہیں۔ ان اصولوں میں مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس طرف متوجہ کیا ہے کہ سماج پر مطالعۂ قرآن کے نتیجے میں اجتماعی اثرات کیا مرتب ہونے چاہییں؟ چناں چہ آپ نے قرآن کے اعجاز اور اس کی تاثیر کو پیش نظر رکھ کر اصول مطالعۂ قرآن پیش

۲۸- **الموطأ** امام مالک بن انس (۹۳ھ- ۱۷۹ھ) کا شہرہ آفاق مجموعہ احادیث ہے۔ **الموطأ** حدیث کے متداول اور معروف مجموعوں میں سب سے قدیم ترین مجموعہ ہونے کے سبب ام الصحاح کہلاتا ہے۔ (عبدالرشید نعمانی، **تاریخ تدوین حدیث** (رائے بریلی: سید احمد شہید اکیڈمی، ۲۰۰۲ء)، ۱۰۹۔)

۲۹- شاہ ولی اللہؒ نے **المسویٰ** کے نام سے **موطأ امام مالک** کی عربی شرح لکھی اور **المصفیٰ** کے نام سے فارسی شرح لکھی۔ (غلام حسین جلبانی، **شاہ ولی اللہ کی تعلیم** (لاہور: ادارہ مطبوعات، ۱۹۹۹ء)، ۷۰۔)

۳۰- امام محمد بن اسماعیل بخاری (۸۱۰ء- ۸۷۰ء) کا مرتب کردہ مجموعۂ احادیث جس کا مختصر نام **الجامع الصحیح** اور مکمل نام **الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه** ہے۔ (نعمانی، **تدوین**، ۱۹۲۔)

۳۱- امام مسلم بن حجاج (۲۰۶ھ-۲۶۱ھ) کا مرتب کردہ مجموعۂ احادیث ہے۔

۳۲- امام محمد بن عیسیٰ ترمذی (۲۰۹ھ- ۲۷۹ھ) کا مرتب کردہ مجموعہ احادیث ہے۔

۳۳- علی گڑھ، **گزٹ**، ۱۳: ۵۔

۳۴- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کا ایم فل مقالہ بعنوان ""نظارۃ المعارف القرآنیہ" کے تفسیری رجحانات کا عصری تناظر میں تجزیاتی مطالعہ"، سیشن ۱۲- ۲۰۱۰، بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان۔

کیے،[۳۵] جس میں بنیادی اصول نمونے کے طور پر حسب ذیل پیش کیے گئے ہیں۔

۱۔ قرآن تدبر کی دعوت دیتا ہے اور اس پر معاشرتی تشکیل کی بات کرتا ہے

مولانا کے نزدیک مسلمان قرآن جیسی اعلیٰ کتاب کے ہوتے ہوئے معاشرتی پستی کا شکار ہیں، جس کی بنیادی وجہ قرآن پر تدبر نہ کرنا ہے۔ اس دور میں جسے تدبر کہا یا سمجھا جارہا ہے وہ تدبر قرآن کے نام پر مختلف تفاسیر اور ان کی شروح پر تدبر ہے، جو اپنے دور کے مخصوص تقاضوں کے تناظر میں لکھی گئیں اور جن کا بیسویں صدی کے تقاضوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔[۳۶]

سورۃ المزمل کی آیت ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ (اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف)[۳۷] کی تشریح میں مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے کی اتنی اہمیت اور تاکید۔ خود قرآن حکیم کے بیان کرنے کے باوجود مسلمانوں نے غور و فکر کے بغیر اور عقل کو ایک طرف رکھ کر پڑھنے کے عمل کو کیسے کافی سمجھ لیا؟ نہ معلوم کس زمانے میں مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا گیا کہ قرآن کا مطلب سمجھے بغیر صرف حلق سے "ح" نکالنا یا شین، قاف کو درست کر کے پڑھنے کا نام ترتیل ہے۔"[۳۸]

۲۔ مطالعۂ قرآن میں روح عصر کو سامنے رکھنا ضروری اور لازمی عمل ہے

مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ مطالعۂ قرآن کے بنیادی اصولوں میں روح عصر یعنی ہر دور کے بنیادی تقاضوں اور موجودہ زمانے کے حالات کا ادراک، اور معاشروں میں وقوع پذیر بنیادی تبدیلیوں سے آگاہی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ قرآن حکیم کی بہت سی آیات اس طرف متوجہ کرتی ہیں کہ قرآن کے اولین مخاطب عرب معاشرے کو اس دور کے حالات کی طرف کس طرح متوجہ کیا گیا؛ اس تناظر میں بیسویں صدی کی اہم تبدیلیوں کو

۳۵۔ ۱۹۱۴ء میں آل انڈیا نیشنل ایجوکیشنل کانفرنس، راولپنڈی میں منعقد ہوئی جس میں مولانا سندھی نے خطبۂ صدارت پڑھا۔ خطبے کا موضوع فہم القرآن تھا، جس میں آپ نے جدید تعلیم یافتہ طبقے کو مطالعۂ قرآن کے بنیادی امور کی طرف متوجہ کیا۔ یہی خطبۂ صدارت **قرآن کا مطالعہ کیسے کیا جائے؟** کے عنوان سے شائع ہوا۔ (عبید اللہ سندھی، **قرآن پاک کا مطالعہ کیسے کیا جائے؟** (لاہور: مکی دارالکتب، ۲۰۰۲ء)، ۱۷۔)

۳۶۔ نفس مرجع، ۲۳۔

۳۷۔ القرآن، ۷۳: ۴۔

۳۸۔ عبید اللہ سندھی، **قرآنی شعور انقلاب** (لاہور: رحیمیہ مطبوعات، ۲۰۰۹ء)، ۵۹۲۔

نظر انداز کرنا اور اس کے معاشروں پر اثرات سے پہلو تہی کیسے مناسب عمل ہو سکتا ہے؟[۳۹]

سورۃ العصر کی تشریح میں فرماتے ہیں:

عصر کے معنی ہیں وقت، جس کے ساتھ گزرنے کا تصور بھی ہو یعنی گزرنے والا زمانہ۔ یہ زمانہ کوئی ٹھہری ہوئی چیز نہیں بلکہ یہ متبدل ہے۔ جو قوم روح عصر کے تقاضوں سے خود کو ہم آہنگ کرتی رہی وہ عروج پر چلی گئی، جس قوم نے رجعت پسندی اختیار کی یا تو وہ زمانہ سے بہت پیچھے چلے گئے یا وقت گزرنے کے ساتھ ان کے تمدن مٹ گئے اور اگر ان میں انسانیت سرے سے مفقود ہو گئی تو ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔[۴۰]

۳- قرآن کو پڑھتے وقت اس کا مقصد پیش نظر رکھنا ناگزیر عمل ہے، جیسا کہ قرآن نے انبیا کی بعثت کے مقاصد واضح کیے ہیں

مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص قرآن حکیم پڑھے لیکن اس کے پڑھنے کا مقصد اس کے سامنے نہ ہو، وہ اپنے اندر اس کے اثرات نہیں پیدا کر سکے گا، بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ قرآن کو مانتا ہو، لیکن اس کا عمل اس کے خلاف ہو۔ قرآن کے ساتھ بے شعوری کا تعلق یا اس پر غور و فکر اور تدبر نہ کرنے سے اس کے معاشرے میں کوئی اثرات و نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ ہر عمل اپنا ایک نتیجہ رکھتا ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیم بھی معاشرے میں اپنا اثر پیدا کرنا چاہتی ہے۔[۴۱] اسی تناظر میں مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ بعثت انبیا کے مقاصد کا تعین کرتے ہیں اور اسے ہر دور کے لیے مشعل راہ قرار دیتے ہیں۔

بعثت انبیا کے مقاصد پر گفت گو کرتے ہوئے مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وہ وقت کسی نئی حکومت کے ظاہر ہونے اور پہلی حکومت کے برباد ہونے کا ہو گا، پھر اس وقت اللہ تعالیٰ ایسا رسول بھیجے گا جو اس نئی حکومت کا دین یا قانون قائم کرے گا، اور پرانی حکومت برباد ہو گی۔ یعنی انبیا کی بعثت اس وقت ہوتی ہے جب معاشرے بگاڑ کا شکار ہو جائیں، انسانیت اعلیٰ اخلاق سے گر کر حیوانیت پر آ جائے، تمدن فاسد ہو جائیں۔ ایسے میں انبیا علیہم السلام اللہ کی شریعت کی روشنی میں معاشرہ کو نیا قانون دیتے ہیں۔[۴۲]

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ فقط قرآن مجید کی تعلیم کا اثر تھا کہ چند سال کے عرصے میں

۳۹- سندھی، **قرآن کا مطالعہ**، ۱۳۔

۴۰- سندھی، **قرآنی شعور**، ۷۰۱-۶۹۹۔

۴۱- سندھی، **قرآن کا مطالعہ**، ۷۷۔

۴۲- نفس مرجع، ۷۷۔

عرب کے بت پرست اور جاہل لوگ دنیا میں سب سے زیادہ خدا پرست، سب سے زیادہ متمدن، سب سے زیادہ مہذب اور سب سے زیادہ طاقت ور بن گئے۔ اسی قرآن کی تعلیم نے ان میں نہایت جلد ایسے کامل ترین اخلاق پیدا کردیے کہ اگر ایک طرف چند سال کے عرصے میں دنیا کی سب سے بڑی سلطنتوں نے متفقہ طور سے ان کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا تھا تو دوسری طرف وہ سب سے زیادہ خدا پرست بن گئے تھے۔ [۴۳]

۴۔ قصص قرآن کا مقصد واقعات تاریخ سے فائدہ اٹھا کر ان کو شمع ہدایت بنانا ہے

مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعۂ قرآن میں قصص قرآن کا مقصد یہ ہے کہ باشعور انسان ان واقعات تاریخ سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے لیے ان کو شمع ہدایت بنائیں؛ انبیا اور صلحا کے نقش قدم پر چل کر پوری کامیابی حاصل کریں۔ یہ صرف قصہ کہانیاں نہیں ہیں۔ قرآن حکیم نے قصۂ یوسف کو احسن القصص قرار دیا ہے، لیکن اس کو یوسف علیہ السلام و زلیخا کا قصۂ عشق بنا دیا گیا۔ جس کے نتیجے میں اس کے سیاسی و معاشی مقاصد پنہاں ہو گئے۔ [۴۴]

مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ آیت ﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ ﴾ [۴۵] (اے میرے پروردگار تو نے مجھے حکومت میں سے حصہ دیا) سے مقصد اخذ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اپنے مقصد کو نہ چھوڑنا اور ہر حال میں کام جاری رکھنا خواہ آزادی ہو یا نہ ہو، یہ نہایت عمدہ سبق ہے۔ اسی جہد مسلسل اور اپنے مقصد کو مقدم رکھنے کا نتیجہ ہے کہ یوسف علیہ السلام ایک اجنبی ملک میں غلامی کے درجے سے ترقی کے اس درجے تک پہنچے کے وہ حکومت کرنے لگے۔ [۴۶]

قصص قرآن ہر دور کے لیے ہیں کہ جو لوگ بھی ان قصص کی تعلیم سے فائدہ اٹھائیں گے اور ان پر عمل کریں گے تو وہ دنیا کی بہترین قوم بن سکتے ہیں؛ اس تناظر میں قرون اولیٰ بہترین نمونہ ہے۔ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> قرآن کے ایک حصے کے تو ہم نے معنی بدل دیئے، ایک حصہ ہم نے بھلا دیا اور ایک حصہ کی تعلیم کو ہم نے کہانیوں کا درجہ دے رکھا ہے اور اس سے ہم مستفید ہونے کی کوشش نہیں کرتے تو پھر کونسی تعجب کی بات ہے کہ اب قرآن سے وہ نتیجے پیدا نہیں ہوتے جو ہونے چاہییں اور جو صحابہؓ کے زمانے میں ہو چکے ہیں۔ [۴۷]

۴۳۔ نفس مرجع، ۸۔ ۹۔

۴۴۔ نفس مرجع، ۵۔

۴۵۔ القرآن ۱۲: ۱۰۱۔

۴۶۔ سندھی، **قرآن کا مطالعہ**، ۵۶۔

۴۷۔ نفس مرجع، ۶۶۔

۵- قرآنی اصطلاحات و الفاظ اپنے اندر معنویت رکھتے ہیں، جنھیں درست تناظر میں سمجھنا ضروری ہے

مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان فکر یہ تھا کہ اصل قرآن کو پیش نظر رکھا جانا ضروری ہے، محض تراجم یا تفاسیر کو پیش نظر رکھ کر قرآن حکیم کی تشریح پیش کرنے سے قرآنی الفاظ کی جو وسعت ہے، اس سے دوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ غلط مفہوم رائج ہو گئے۔ دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ مفسر نے جس چیز پر زور دیا ہوتا ہے اس پر زیادہ توجہ چلی جاتی ہے، جس سے قرآن کے اہم حصے نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ یوں اصل کتاب سامنے ہونے کے بجائے دیگر مطبوعہ چیزیں ہی پیش نظر رہیں تو قرآن کی حقیقت، اس کی اصل تعلیم سامنے نہیں آئے گی اور قرآن کی آفاقیت پس منظر میں چلی جائے گی۔[۴۸]

مثلاً "دعا" کا مفہوم یہ تصور ہوتا ہے کہ بغیر کچھ کیے اللہ سے مانگنا اور یہ تصور کر لینا کہ اللہ خود بہ خود عطا کر دیں گے۔ گویا دعا بے عملی کا نام بن گیا۔ نواب محسن الملک[۴۹] کہتے ہیں کہ "جب مسلمانوں میں کچھ جان تھی تو ان میں وعدہ اور قول و قرار کا دوسرا مفہوم تھا۔ اور جب ان پر مردنی چھاگئی تو انھی الفاظ کا دوسرا مفہوم ہو گیا۔ پہلے مشہور تھا۔

"قول مرداں جانے دارد۔
پھر یہ حالت ہوئی
وعدہ آساں ہے اس کی وفا مشکل ہے،
پھر اس کے بعد یہ حالت ہو گئی،
وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا۔"[۵۰]

مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ سورۂ فاتحہ کی آیت ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾[۵۱] (بتلا ہم کو سیدھی راہ) کی

۴۸- نفس مرجع، ۴۰۔

۴۹- نواب محسن الملک کا نام سید مہدی علی (۱۸۳۷ء-۱۹۰۷ء) ہے۔ وہ علی گڑھ تحریک کے سرگرم اراکین میں سے تھے۔ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۷ء تک ایم اے او کالج بورڈ کے سیکرٹری رہے۔
"Nawab Mohsinul_Mulk" http://aligarhmovement.com/karwaan e aligarh/ Nawab _Mohsinul_Mulk. Accessed October 10, 2016.

۵۰- سندھی، **قرآن کا مطالعہ**، ۳۶۔

۵۱- القرآن ۱: ۵۔

تفسیر میں فرماتے ہیں کہ دعا سے مراد اس ارادے کا اظہار ہے جو ہم اپنے دل میں بناتے ہیں یعنی یہ کہ ہم عمل کریں گے، ہم اس راہ میں اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں گے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس راہ میں رکاوٹیں پیش آئیں گی، اس وقت ہم اپنے اللہ سے جو رب رحمن و رحیم اور مالک و قادر ہے، درخواست کریں گے کہ وہ ان رکاوٹوں کو ہمارے راستے سے دور فرمانے میں ہماری مدد کرے۔ یہاں تک کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔ ان معنوں میں دعا عمل کے دوران درپیش رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے مدد الٰہی کو چاہنے کا نام ہے۔[۵۲]

مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری خدمات اور لسانی تنوع

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۵ء کو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر جدجہد آزادی کے سلسلے میں افغانستان گئے۔ افغانستان میں آپ کے شاگرد ظفر حسن ایبک[۵۳] نے **الدين والسياسة في القرآن** کے عنوان سے آپ کے دروس قرانیہ کو قلم بند کیا۔[۵۴] آپ ۱۹۲۲ء میں روس گئے[۵۵] اور ماسکو میں اشتراکیت[۵۶] کا بہ غور

۵۲۔ سندھی، **قرآنی شعور**، ۱۳۹۔

۵۳۔ برصغیر کی آزادی کے جذبے کے تحت لاہور کالج کے کچھ نوجوان افغانستان ہجرت کر گئے۔ کابل میں ان نوجوانوں کا تعلق مولانا سندھی سے قائم ہو گیا۔ ان میں ظفر حسن ایبک بھی شامل تھے۔ مولانا سندھی نے ان نوجوانوں کی تربیت کے لیے دروس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ ظفر حسن ایبک حکومت مؤقتہ ہند میں مولانا سندھی کے سیکرٹری رہے۔ افغان آرمی میں اعزازی کرنل کے طور پر کردار ادا کیا۔ تھرڈ اینگلو افغان وار میں نمایاں کردار ادا کیا۔ روس اور ترکی میں مولانا سندھی کے ساتھ شریک کار رہے۔ بعد ازیں ترکی فوج میں شامل ہو گئے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ظفر حسن ایبک، **خاطرات: آپ بیتی** (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۹۰ء)۔

۵۴۔ آزاد، "قرآن کی تفسیر"، ۵۲۔

۵۵۔ عبد اللہ لغاری، **مولانا عبید اللہ سندھی کی سرگزشت کابل** (لاہور: دار الکتاب، ۱۹۸۸ء)، ۵۷-۵۴۔

۵۶۔ اشتراکی فلسفے کا بانی کارل مارکس (۱۸۱۳ء– ۱۸۸۳ء) تھا جس نے سرمایے کی بنیاد پر معاشی فکر کا انکار کیا اور انسانی محنت کو معیشت کی بنیاد قرار دیا۔ اشتراکی فلسفہ معاشرے کے محنت کش طبقات کو ریاست کا مالک و مختار قرار دیتا ہے۔ تمام آبادی کے سیاسی، معاشی، بنیادی حقوق (خوراک، لباس، رہائش، تعلیم، صحت، انصاف) فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس فلسفے کی رو سے اگر ریاست ایسا نہیں کرتی تو اسے حکومت کرنے کو کوئی حق نہیں۔ اشتراکی فلسفے پر ۱۹۱۷ء میں روس میں انقلاب آیا۔ بعد ازیں دنیا کے دیگر ممالک بھی اس سے متاثر ہوئے جن میں چین، شمالی کوریا، کیوبا اور وینزویلا نمایاں ہیں۔
Archie Brown, *The Rise and Fall of Communism* (New York: HarperCollins Publishers, 2009)

مطالعہ۔[۵۷] ۱۹۲۳ء میں ترکی تشریف لے گئے۔ یہاں ترکی میں آنے والے انقلاب[۵۸] کا مطالعہ کیا۔[۵۹] ۱۹۲۶ء میں ترکی سے حجاز کے لیے روانہ ہوئے۔[۶۰] ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۹ء تک حجاز میں رہے، جہاں بیٹھ کر آپ نے دنیا بھر کے انقلابات، جن کا مشاہدہ آپ بہ راہ راست کر چکے تھے، ان کا تجزیہ کیا۔[۶۱] حجاز میں قیام کے دوران اور ہندوستان واپسی پر آپ نے اپنے شاگردوں کو تفسیری دروس دیے جن کو انھوں نے اپنے الفاظ اور تعبیرات کے ساتھ محفوظ کیا، جن میں سے ۴ معروف تفاسیر **إلهام الرحمن** (عربی زبان میں)، **القاء المنان فی تفسیر القرآن** (سندھی زبان میں)، **المقام المحمود** اور **قرآنی شعور انقلاب** (اردو زبان میں) ہیں۔ مختلف زبانوں میں چار تفاسیر کو پیش کرنا مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیت ہے۔ تفاسیر کی تفاصیل حسب ذیل ہیں۔

i– تفسیر إلهام الرحمن

مولانا سندھی علیہ الرحمۃ روس میں تھے تو گورنمنٹ نے لینن گراڈ (موجودہ نام: سینٹ پیٹرز برگ) کی سیر کی پیش کش کی جسے آپ نے قبول کر لیا۔ لیکن آپ نے قیام کے لیے مولانا موسیٰ جار اللہ[۶۲] کے گھر کا انتخاب کیا۔

۵۷– ایبک، **خاطرات**، ۲۶۳–۲۵۷۔

۵۸– ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۴ء تک مصطفیٰ کمال اتاترک (۱۸۸۱ء–۱۹۳۸ء) نے ترک قوم کو قومیت کی اساس پر اکٹھا کیا۔ ان میں ترکی حمیت کو ابھار کر یورپین استعماری قوتوں کو شکست دے کر ترکی حدود سے بے دخل کیا۔ خلافت عثمانیہ کی صورت میں مسلمانوں کے بین الاقوامی نظام، جس کا مرکز استنبول (قسطنطنیہ) تھا، کو ختم کر دیا۔ انقرہ کو ترکی کا دارالخلافہ بنایا۔ نیشنلزم کی اساس پر جدید ترکی کی بنیاد رکھی۔ (محمد فواد، **اتاترک** (لاہور: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، ۱۹۶۴ء)، ا: ۹۸۶–۹۶۱۔)

۵۹– شیخ محمد آصف، **مولانا عبید اللہ سندھی کی انقلابی جدوجہد** (لاہور: طیب پرنٹنگ پریس، س ن)، ۴۴–۴۳۔

۶۰– ایبک، مرجع سابق، ۳۱۴۔

۶۱– مولانا سندھی علیہ الرحمۃ نے مشرقی یورپ میں ابھرتے تمدن کا بہت ہی قریب سے مشاہدہ کیا تھا، پھر افغانستان، ترکی اور حجاز میں ہونے والی سیاسی تبدیلیوں کا براہ راست تجزیہ کیا تو آپ نے اس دور کے قومی تقاضوں کو سمجھا۔ اس دور میں قومی ریاست کا تصور ابھرا۔ آپ نے اس پر غور کیا کہ قومی ریاستوں کا یہ دور اسلام کی روح کے خلاف نہیں۔ اب اسلام کی عالمگیریت کی اساس قومی ریاستیں بنیں گی۔ دوسرا یہ کہ اسلام کا سیاسی، معاشی و سماجی نظام کیمونزم سے کہیں زیادہ انسان دوست اور غریب پرور ہے۔ شاہ ولی اللہ کے فلسفے میں اس جدید دور کے لیے مکمل رہ نمائی موجود ہے۔ (پروفیسر محمد سرور، **افادات و ملفوظات، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی** (لاہور: ایچ وائی پرنٹرز، ۱۹۶۷ء)، ۱۴۴۔)

۶۲– موسیٰ بیکیف جن کا عربی نام موسیٰ أفندي جار الله الروسی ہے۔ وہ کیکینو (پیزنو گورنریٹ، روس) میں ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اعلیٰ تعلیم الازہر یونی ورسٹی، قاہرہ سے حاصل کی۔ روس میں ترقی پسند عالم اور مسلمانوں کے نمائندہ سمجھے

مولانا موسیٰ جاراللہ بہت بڑے عالم تھے۔ اس وقت تک ان کی اڑھائی سو تصنیفات قاہرہ سے شائع ہو چکی تھیں۔ مولانا موسی جار اللہ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ انھوں نے مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے ولی اللٰہی فلاسفی کو سمجھا۔ جب مولانا حجاز میں مقیم تھے، اس وقت آپ سے قرآن حکیم کی تفسیر ولی اللٰہی حکمت کی روشنی میں پڑھی اور اسے عربی میں قلم بند کیا۔ اس تفسیر کو **إلهام الرحمن** کا نام دیا۔ اس تفسیر میں جہاں مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے افادات ہیں، وہیں اس تفسیر میں مولانا جاراللہ کے اپنا خیالات و تعبیرات بھی شامل ہیں۔ اس تفسیر کو مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ[۶۳] حجاز سے فوٹو کاپی کر کے ہم راہ لے آئے۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی[۶۴] نے اسے ترتیب دے کر دو حصوں میں شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے زیر اہتمام شائع کروایا۔ پھر اس کا اردو[۶۵] میں ترجمہ ہوا۔ یہ تفسیر سورۃ فاتحہ

جاتے تھے۔ انھوں نے قرآن حکیم کا تاتاری زبان میں ترجمہ کیا۔ موسیٰ جاراللہ مولانا عبید اللہ سندھی سے بہت متاثر ہوئے۔ وہ ۱۹۴۹ء کو قاہرہ، مصر میں انتقال کر گئے۔ (محمد اسماعیل گودھروی، "پیش لفظ" مشمولہ عبید اللہ سندھی، **الہام الرحمن فی تفسیر القرآن** (لاہور: مکتبہ اوراق، ۲۰۰۵ء)، ۶– ۲۶۔)

۶۳– مولانا لاہوری (۱۸۸۷ء–۱۹۶۲ء) بروز جمعہ قصبہ جلال متصل گکھڑ اسٹیشن، ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نو مسلم والد شیخ حبیب اللہ (جن کا خاندان سکھ تھا) نے اپنے دس سال کے بیٹے کو مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت میں دے دیا۔ اس کے بعد آپ مستقل حضرت سندھی کی صحبت میں رہے۔ "نظارۃ المعارف" میں آپ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے معاون تھے۔ شیر انوالہ مسجد، لاہور میں عرصہ دراز تک قرآن کی خدمت انجام دی۔ آپ کا ترجمۂ قرآن مختصر حواشی کے ساتھ معروف ہے۔ (ڈاکٹر لال دین خان اخگر، **سوانح حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ** (لاہور: مکتبہ خدام الدین، ۱۹۸۵ء)، ۳۲– ۳۷؛ حاکم علی، **مولانا لاہوری کے حیرت انگیز واقعات** (کراچی: بیت العلم، ۱۹۹۶ء)، ۳۳۔)

۶۴– غلام مصطفیٰ قاسمی (۱۹۲۴ء– ۲۰۰۳ء) ولد الحاج حافظ محمود چانڈیو کی کنیت ابو سعید ہے۔ وہ گاؤں بھنبو خان چانڈیو، تحصیل میرو خان، ضلع لاڑکانہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۳ء میں شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد، سندھ کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی اور سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد کے چیئرمین بھی رہے۔ سندھ مسلم کالج، کراچی اور سندھ یونی ورسٹی میں بھی تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ اکیڈمی کے مجلات **الرحیم** (اردو و سندھی)، **الولی** (اردو)، **السمکا** (انگریزی) کے مدیر رہے۔ شاہ ولی اللہ کے سلسلۂ فکر کی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ (مولانا عابد سندھی، "آفتاب علماء جو غروب ہو گیا"، **عزم**، ملتان، ۲۱۳ (مئی، جون، جولائی ۲۰۰۴ء)، ۵۲–۶۳۔)

۶۵– **الہام الرحمن** کا اردو ترجمہ سورۃ بقرۃ تا سورۃ مائدہ فاضل دارالعلوم، دیوبند مولانا عبدالرزاق، جو کہ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ تھے، نے کیا۔ اس تفسیر کا مقدمہ، سورۃ فاتحہ اور سورۃ انعام تا سورۃ التوبہ تک اردو ترجمہ مولانا محمد قاسم نے کیا۔ اس کی اشاعت مولانا محمد معاویہ مرحوم نے بیت الحکمۃ للامام ولی اللہ دہلوی، ملتان کے زیر اہتمام کروائی۔ بعد ازیں اس کا عکسی ایڈیشن مکتبہ اوراق، لاہور سے ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔

سے سورۃ توبہ تک متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔[۶۶] اس تفسیر کا ایک قلمی نسخہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد میں موجود ہے، جس پر بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کے تین محققین تحقیقی کام میں مصروف ہیں۔

ii- القاءالمنان فی تفسیر القرآن

مولانا عبید اللہ سندھی ؒ کی بیان کردہ یہ تفسیر سندھی زبان میں ہے۔ یہ تفسیر آپ کے ایک شاگرد مولانا محمد مدنی[۶۷] نے حجاز میں قیام کے دوران قلم بند کی۔ یہ قرآن پاک کی مکمل تفسیر ہے اور مولانا مدنی نے اپنے شاگرد مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے حوالہ کی جنھوں نے اسے سورۃ یوسف تک تین جلدوں میں شائع کروایا۔ یہ تفسیر ترتیب نزولی کے اعتبار سے ہے۔ مولانا قاسمی، مولانا سندھی ؒ سے ہندوستان میں مستفید ہوئے، ان کے ساتھ مولانا عزیز اللہ جروار[۶۸] بھی تھے۔ مولانا عزیز اللہ جروار سے سندھی تفسیر کے قلمی نسخے کی فوٹو کاپی مولانا مفتی عبد القدیر[۶۹] نے حاصل کی اور اس کا اردو زبان میں ترجمہ حکیم محمد اقبال[۷۰] نے کیا۔ بعد ازاں مولانا غلام مصطفی

۶۶- **محمد معاویہ عبید اللہی**، "نگاہ اولین"، مشمولہ عبید اللہ سندھی، **الہام الرحمن فی تفسیر القرآن** (لاہور: مکتبہ اوراق، ۲۰۰۵ء)، ۳-۴۔

۶۷- مولانا مدنی صاحب ۱۹۰۷ء میں بالا کے نزدیک گوٹھ ببر امیں پیدا ہوئے۔ ۱۳/ سال کی عمر میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ مکۃ المکرمہ حرم میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ حرم میں ہی مولانا عبید اللہ سندھی ؒ سے ملاقات ہوئی۔ مولانا سندھی ؒ کے کہنے پر سندھ واپس تشریف لے آئے۔ یہاں سندھ مدرسۃ الاسلام، کراچی میں استاد مقرر ہوئے۔ (غلام مصطفیٰ قاسمی، "مولانا مدنی صاحب کا ترجمہ"، **الولی**، حیدرآباد، ۳: ۱۶ (دسمبر ۱۹۹۲ء)، ۱۰۔)

۶۸- مولانا عزیز اللہ جروار ولد فقیر خان محمد مری بلوچ (۱۹۱۰ء- ۲۰۰۴ء) گوٹھ گل محمد جروار، بھرگڑی اسٹیشن، تحصیل شہداد کوٹ، ضلع لاڑکانہ میں پیدا ہوئے۔ وہ مولانا غلام مصطفی قاسمی کے شاگرد تھے۔ مولانا سندھی کی آخری عمر تک خدمت کی۔ مولانا سندھی کی نسبت سے مولانا مفتی عبد القدیر کے ساتھ گہرا تعلق قائم ہوا؛ مولانا سندھی کی سندھی تفسیر بھی آپ ہی نے مولانا مفتی عبد القدیر کو عنایت کی تھی۔ (مولانا عابد سندھی، "آہ، مولانا عزیز اللہ جروار بھی گئے"، **عزم**، ملتان، ۲۱۵ (اکتوبر، نومبر، دسمبر، ۲۰۰۴ء)، ۶۳-۵۲۔)

۶۹- مولانا مفتی عبد القدیر ۲۶/ اپریل ۱۹۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ وہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی کے فاضل ہیں۔ وہ خانقاہ رائے پور کے مسند نشین رابع مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری ؒ کے خلیفہ مجاز ہیں اور جامعہ اشاعۃ العلوم، چشتیاں، ضلع بہاول نگر کے مہتمم ہیں۔ ماہ نامہ **العزیز** کے ایڈیٹر بھی ہیں۔

۷۰- حکیم محمد اقبال سندھ کے ایک مدرسے میں سکول ٹیچر تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد چشتیاں، بہاول نگر ضلع کے گاؤں ۱۲۹/ مراد (چھوٹی) میں آگئے اور اس وقت کاشت کاری کر رہے ہیں۔ وہ سندھی زبان میں مہارت رکھتے ہیں۔

راجپر [۷۱] نے اس کی تصحیح کی۔ تفسیر کا اردو ترجمہ جامعہ اشاعۃ العلوم ، چشتیاں کے ماہانہ مجلہ **العزیز**، جو مولانا مفتی عبد القدیر کی ادارت میں شائع ہوتا ہے، میں مرحلہ وار شائع ہو رہا ہے۔ یہ قلمی نسخہ چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

iii- تفسیر المقام المحمود

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے عصر حاضر میں قرآن حکیم سے استفادے کے لیے نہ صرف بنیادی اصولوں کا تعین کیا بلکہ قرآن حکیم کی آیات کی تفسیر و تشریح کو اصولِ اعتبار کے حوالے سے پیش کیا جس کو ان کے بعض تلامذہ نے اپنے الفاظ میں محفوظ کر لیا۔

ان میں سے کچھ مواد کو مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے ملاحظہ کیا۔ اس تفسیری مواد کو مختلف عنوانات سے مرتب کیا گیا جو درج ذیل ہیں۔

یہ تفسیر اردو میں سات جلدوں پر مشتمل ہے جو ۹۷۵/ اوراق پر مشتمل قلمی شکل میں ہے۔ یہ تفسیر ادارہ تحقیقات اسلامی ، اسلام آباد میں موجود ہے۔ اس تفسیر کو مولانا عبد اللہ بن نہال لغاری [۷۲] نے مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے بہ راہ راست مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران سن کر نقل کیا۔ ان میں تین جلدوں کے عنوانات بھی مقرر کیے۔

جلد اول: جلد اول کا نام **المقام المحمود في تفسير كتاب الله الودود الملقب بمواقف المسترشدين** ہے اور ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدہ کی تفسیر ہے۔ یہ مطبوعہ شکل میں دست یاب ہے ۔ مطبوعہ تفسیر کی تحقیق، تنقیح اور تعلیق مولانا مفتی عبد القدیر نے کی، جو ۶۵۵/ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں سے سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی ڈاکٹر منیر احمد مغل [۷۳] نے تنقیح و توضیح کی اور سندھ یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

۷۱- مولانا غلام مصطفیٰ راجپر دار العلوم کھڈہ، کراچی میں استاد ہیں اور بہ طور لائبریرین خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۷۲- عبد اللہ بن نہال خاں بن محمد خاں بن رستم خاں بن فتح محمد خاں لغاری (۱۸۷۱ء- ۱۹۵۸ء) میر پور ماتھیلا (سندھ) میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے امروٹ، ضلع سکھر میں ملاقات ہوئی اور ان کی تحریک میں شامل ہو گئے۔ **ہدایت الاخوان** کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا۔ مولانا سندھی کے سفر افغانستان اور سفر حجاز میں ان کے ساتھ رہے۔ مولانا سندھی کی بیشتر تصنیفات آپ ہی کی جمع کردہ ہیں۔ سندھ یونی ورسٹی میں معلم بھی رہے۔ (لغاری، **سرگزشت کابل**، ۲۶۲-۲۶۴۔)

۷۳- جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل ۷/ جولائی ۱۹۳۹ء کو پیدا ہوئے۔ ایم اے اور ایل ایل بی کے بعد ۱۹۸۰ء میں پی ایچ ڈی سندھ یونی ورسٹی سے مکمل کی۔ پاکستان کی مختلف عدالتوں میں جج اور مشیر رہے۔ نظریۂ پاکستان ٹرسٹ کے قانونی مشیر ہیں۔

جلد دوم: جلد دوم کا نام **المقام المحمود في تفسير كتاب الله الودود الملقب بسبيل الرشاد** ۲۹۶/ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں سورۃ الانعام تا سورۃ التوبہ کی تفسیر ہے۔

جلد سوم: یہ ۳۶/ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں سورۃ یونس کی تفسیر ہے۔

جلد چہارم: یہ جلد ۱۵۵/ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں سورۃ ہود تا سورۃ طٰہ کی تفسیر ہے۔ جلد سوم اور چہارم میں سے کچھ حصہ، سورۃ یونس سے سورۃ کہف تک، مولانا محمد معاویہ نے مرتب کیا جسے بیت الحکمۃ شاہ ولی اللہ دہلوی، کبیر والا نے شائع کیا۔

جلد پنجم: یہ جلد ۱۰۴/ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں سورۃ الانبیاء تا سورۃ الشعراء کی تفسیر ہے۔

جلد ششم: اس جلد کا نام **المقام المحمود في تفسير كتاب الله الودود الملقب بالبينات** ہے اور ۱۱۹/ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں سورۃ النمل تا سورۃ الحجرات کی تفسیر ہے۔

جلد ہفتم: یہ جلد ۱۴۳/ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں سورۃ ق سے سورۃ الناس تک سورتوں کی تفسیر ہے۔[۷۴]

iv- قرآنی شعور انقلاب

۱۹۴۰ء میں مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا ہندوستان واپسی پر ایک ہی مقصد تھا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف اور فلسفہ و حکمت پر قرآنی تعلیمات کا فروغ کیا جائے، تاکہ مسلمان لادین انقلاب سے متاثر ہونے کے بجائے، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفے پر غلبۂ دین کے لیے جدوجہد کرے۔ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقصد کے لیے مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے دو شاگرد مانگے۔ اس پر مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو شاگردوں کو مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا۔ ان میں سے ایک مولانا بشیر احمد لدھیانوی[۷۵] اور دوسرے مولانا خدابخش بی اے تھے۔ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۴ء تک مسلسل چار سال تک ان دونوں حضرات نے بڑی محنت، جان فشانی اور خلوص کے ساتھ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے ولی اللٰہی علوم و افکار اور دینی تعلیمات کا جامع انداز و اسلوب سیکھا؛ خاص طور پر

۷۴- منیر احمد مغل، **تنقیح، توضیح، تشریح، تفسیر المقام المحمود** (لاہور: مکتبہ رشیدیہ، س ن)، ۷۸-۷۹۔

۷۵- مولانا بشیر احمد ولد مولانا اللہ دین (۱۸۹۹ء-۱۹۷۴ء) لدھیانہ (انڈیا) کے محلہ اقبال گنج میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونی ورسٹی سے بی اے کیا۔ مختلف اخبارات سے وابستہ رہے۔ بعد ازیں انجمن حمایت اسلام کے مدارس میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ (سندھی، **قرآنی شعور**، ۸۴-۷۶۔)

مولانابشیر احمد لدھیانوی نے مولاناسندھی رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر قلم بند کیں،اور **امالی** کے عنوان سے **فل سکیپ کاغذ** کے تقریباً ساڑھے تین ہزار صفحات پر مشتمل ان کے افکار قلم بند کیے۔(۷۶) یہ **امالی** ہفت روزہ خدام الدین میں شائع ہوتی رہیں۔ جن کی تفصیل سورتوں مع عنوانات حسب ذیل ہے:

سورۃ فاتحہ کی تفسیر (قرآنی اساس انقلاب)، سورۃ محمد (قرآنی جنگ انقلاب)، سورۃ فتح (قرآنی عنوان انقلاب)، سورۃ المزمل و سورۃ المدثر (قرآنی دستور انقلاب)، سورۃ العصر (قرآنی اصول انقلاب)، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس (قرآنی فکر انقلاب) کے عنوان سے شائع ہوئی۔ ان کے عنوانات مولانا بشیر احمد نے مقرر کیے۔ سورۃ المجادلہ (قرآنی حزب انقلاب)، سورۃ الحشر (قرآنی اقدام انقلاب)، سورۃ الممتحنہ (قرآنی قانون انقلاب) کے عنوانات شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، ملتان نے مقرر کیے۔

درج بالا سورتوں کے علاوہ باقی سورتوں کا مواد مولانا بشیر احمد کے صاحب زادگان(۷۷) نے مفتی عبدالخالق آزاد کو فراہم کیا، جن میں سورۃ الصف (قرآنی صفِ انقلاب)، سورۃ الجمعہ (قرآنی حکمت انقلاب)، سورۃ المنافقون (قرآنی ضبط انقلاب) اور سورۃ التغابن (قرآنی جمعِ انقلاب) شامل ہیں۔ ان سورتوں کے عنوانات مفتی آزاد صاحب نے مقرر کیے اور تحقیقی کام کیا۔ مفتی عبدالغنی قاسمی نے بھی آپ کی معاونت کی۔ اس تفسیری مجموعے کو **قرآنی شعور انقلاب** کے نام سے شائع کیا گیا۔(۷۸)

مفتی عبدالقدیر نے مولاناسندھی رحمۃ اللہ علیہ کی تفاسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مولاناسندھی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تفاسیر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصول تفسیر کی روشنی میں ہیں۔ تفسیر **إلھا م الرحمٰن** کا طرز فلسفیانہ ہے۔ جب کہ سندھی تفسیر عمومی مزاج کو سامنے رکھ کر تحریر کی گئی ہے۔ تفسیر **المقام المحمود** اور **قرآنی شعور انقلاب**، جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لیے ہیں۔(۷۹)

ذیل میں نمونے کے طور پر تفاسیر کی ابتدائی آیات کو پیش کیا گیا ہے۔

المقام المحمود سے سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیت کی تفسیر ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾(۸۰) (سب تعریفیں

۷۶۔ نفس مرجع، ۸۰۔

۷۷۔ محترم جناب ہلال احمد لاہور میں مقیم ہیں۔

۷۸۔ سندھی، **قرآنی شعور**، ۵۔

۷۹۔ بالمشافہہ ملاقات، بمقام جامعہ اشاعت العلوم، چشتیاں، ۱۹/ جنوری، ۲۰۱۷ء، بروز جمعرات، رات ۱۰ بجے۔

۸۰۔ القرآن ۱:۱۔

اللہ کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہان کا)۔

تفسیر: "تمام جہانوں کا رب اللہ تعالیٰ اور وہی ستائش کے قابل ہے۔ کائنات عالم کو پیدا کرنے والی ایک ہستی ہے جس کے ہاتھ میں نظام عالم کی باگ ہے۔ ریت کے ذرات سے لے کر اشرف المخلوقات (انسان) تک تمام اس کے تابع ہیں۔" (۸۱)

اسی آیت کی تفسیر **قرآنی شعور انقلاب** میں بہت تفصیل سے موجود ہے، جو کتاب کے ۱۴ر صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے اہم نکات یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔

اللہ کی تعریف کی اساس کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انسانی قوموں میں جو نظام تشکیل دیا وہ بہترین ہے۔ اس سے بہتر نظام وجود میں آنا ممکن نہیں۔ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیا میں اچھائی اور برائی کا معیار کیا ہے؟ اچھی چیز وہ ہے جو انسان کے نوعی تقاضوں کے موافق ہے اور بری وہ چیز ہے جو انسان کے نوعی تقاضوں کی مخالف ہے۔

حمد الٰہی کے چار گوشے رب العالمین، الرحمن، الرحیم اور مالک یوم الدین ہیں۔ رب اور عالمین کے لفظی معنی بیان کیے گئے ہیں۔ رب کا معنی کسی شے کو تدریجاً نشو و نما دے کر تکمیل تک پہنچانے والا۔ عالمین سے یہاں مراد اقوام ہے۔ رب العالمین سے مراد رب الاقوام بھی ہے۔ انسان کی تین بنیادی خصوصیات (رائے کلی، حب جمال، عقل و درایت) کو بیان کیا گیا ہے۔ انھی خصوصیات کی بنیاد پر انسانی معاشروں میں ارتفاقات معاشی و عقلی (۸۲) پیدا ہوتے ہیں۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ کے نظام ربوبیت پر گفتگو کی گئی ہے۔ (۸۳)

۸۱- عبید اللہ سندھی، **تفسیر المقام المحمود** (لاہور: مکی دار الکتب، ۱۹۹۷ء)، ۱: ۱۸۵۔

۸۲- اس کا مادہ "ر۔ف۔ق" ہے۔ اس کے معنی ہیں: کسی کے ساتھ نرمی برتنا، رحم کرنا، مہربانی کرنا، ساتھ رہنا، ساتھ دینا۔ اسی سے رفیقۂ حیات ہے یعنی زندگی بھر کا ساتھ دینے والی بیوی۔ شاہ ولی اللہ کے عمرانی فلسفے میں اسی مادے سے "ارتفاقات" کی اصطلاح ہے۔ شاہ ولی اللہ معاشرتی رفاقت یعنی ارتفاقات معاشیہ کے چار درجات پیش کرتے ہیں: ارتفاق اول (دیہاتی / قبائلی رفاقت)، ارتفاق دوم (شہری / تمدنی رفاقت)، ارتفاق سوم (قومی رفاقت)، ارتفاق چہارم (بین الاقوامی رفاقت)۔ یہ انسان کا مادی ارتقا ہے۔ اسی طرح انسان کی روحانی ترقیات بھی ہیں جس میں وہ اللہ سے تعلق قائم کرتا ہے، اسے ارتفاقات عقلیہ یا اقترابات کہتے ہیں۔ ارتفاقات عقلیہ کے شعوری ادراک کے بغیر ارتفاقات معاشیہ بھی درست بنیادوں پر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ (شاہ ولی اللہ، **حجة الله البالغة** (کراچی: قدیمی کتب خانہ، س ن)، ۱: ۸۹، المبحث الثالث: مبحث الارتفاقات۔)

۸۳- سندھی، **قرآنی شعور**، ۱۲۱- ۱۰۶۔

اگر ان دونوں تفسیروں کا جائزہ لیں تو واضح ہوتا ہے کہ جو بات **المقام المحمود** میں مختصر پیرائے میں کی گئی ہے، **قرآنی شعور انقلاب** میں اسے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ البقرۃ کی دوسری آیت کی تفسیر **إلهام الرحمن** میں چار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے جس میں کتاب کے لاریب ہونے اور متقین کی ہدایت سے مراد پر گفت گو کی گئی ہے؛ جملہ معترضہ کے ذیل میں دلائل بھی دیے گئے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

﴿**ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ**﴾[۸۴] (اس کتاب میں کچھ شک نہیں، راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو)۔

خلاصہ تفسیر: قرآن حکیم کی تعلیم نے مکی معاشرے میں یہ تاثیر پیدا کی کہ وہاں ایک اجتماعی حکومت منظم ہو گئی۔ چناں چہ مسلمان تمام فیصلے حضرت **محمد** ﷺ کے توسط سے قرآن حکیم کے مطابق ہی کرتے تھے۔ یہ معاملہ تو مسلمانوں کے درمیان تھا، غیر مسلموں سے مکی معاشرے کے عام دستور کے مطابق معاملہ کرتے تھے۔ گویا مکہ میں ایسی جماعت پیدا ہو چکی تھی جو عدل و احسان دنیا میں قائم کرنے پر اپنے پورے عزم اور ارادے کے ساتھ تیار تھی۔ یہ جماعت انسانی فطرت کے خلاف کسی تعلیم کو ماننے کے لیے تیار نہ تھی۔ اس کتاب کی تاثیر سے قریش اور دیگر عرب، یہود و نصاریٰ اور مجوس کے صالح افراد پر مشتمل جماعت بن گئی۔ اس جماعت کی نظیر دنیا کی اقوام اور ادیان میں نہیں ملتی۔ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ یہ کتاب ان متقین کو پیدا کرنے والی ہے جو مکہ میں پیدا ہوئی۔ یہ اس کتاب کے آسمانی کتاب ہونے کی پختہ دلیل ہے۔ پس دعویٰ یہ ہے کہ قرآن حکیم ایک لاریب کتاب ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ ھدی للمتقین ہے۔[۸۵]

اسی آیت کی تفسیر **القاء المنان** کی روشنی میں حسب ذیل ہے:

تفسیر: کتاب اللہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کتاب اللہ کے نظام کو قائم کرنے والے آدمی پیدا کر دیے جائیں۔ انصار مہاجرین کی طرف جب دیکھیں گے، جو اس کتاب کی تعلیمات سے پیدا ہوئے ہیں، تو اس کتاب کے کتاب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں رہے گا۔ (انصار و مہاجرین) اس کتاب کی ہدایت سے پیدا ہونے والے متقین ہیں۔ کسی دایہ کے پاس پرورش پانے والے بہادر نوجوان کو اس کی نسبت سے کہا جاتا ہے کہ یہ اس کے دودھ سے

۸۴- القرآن ۲: ۲-

۸۵- عبید اللہ سندھی، **الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن** (لاہور: مکی دار الکتب، ۲۰۰۵ء)، ۸۲- ۷۹-

جوان بہادر پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح یہاں اس کتاب کی رہ نمائی سے یہ دو جماعتیں (مہاجرین و انصار) پیدا ہوئی ہیں تو اس سے اس کتاب کا کتاب اللہ ہونا بلا ریب ثابت ہو جائے گا۔[۸۶]

ان دونوں تفسیروں کو پیش نظر رکھیں تو **إلهام الرحمن** میں تفسیر کے ساتھ ساتھ "جملہ معترضہ" کی صورت ایسی معلومات اور حالات و واقعات اور منفرد تبصرے بھی موجود ہیں جو اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں، گو بسا اوقات ان کا براہ راست تفسیری آیات سے تعلق نہیں؛ جب کہ سندھی تفسیر میں عام فہم انداز سے اور ایک سماجی مثال سے بات سمجھا دی۔

نتائج بحث

۱۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے علوم قرآنیہ پر تعلیم و تربیت کے لیے ۱۹۱۳ء میں "نظارۃ المعارف القرآنیہ" بنائی۔ انھوں نے مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو بہ طور ناظم اعلیٰ تعینات کیا۔

۲۔ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ مطالعۂ قرآن کے لیے قرآنی تعلیمات کی مقصدیت کو پیش نظر رکھ کر، روح عصر کے تناظر میں مطالعۂ قرآن، قرآنی الفاظ کی معنویت پر تدبر کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ قصص القرآن کے اجتماعی مطالعے سے سماج کی تشکیل کے بنیادی امور کی رہ نمائی لینے کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

۳۔ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ قرآن حکیم کی تفاسیر کو چار عنوانات کے تحت علاحدہ علاحدہ مرتب کیا گیا: **إلهام الرحمن، القاء المنان فی تفسیر القرآن، المقام المحمود، قرآنی شعور انقلاب**۔ یہ چاروں تفاسیر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصول تفاسیر (**الفوز الكبير في اصو ل التفسير**) کی روشنی میں مرتب کی گئی ہیں۔

۴۔ **المقام المحمود** اور **قرآنی شعور انقلاب** اردو میں ہیں اور جدید تعلیم یافتہ اسکالرز کے ذوق کی تسکین کرتی ہیں۔ **إلهام الرحمٰن** عربی میں ہے اور فلسفیانہ مزاج علما کے لیے بہت سے اہم نکات لیے ہوئے ہے۔ **القاء المنان** سندھی میں ہے جو ترتیب نزولی کے اعتبار سے ہے اور عوامی رنگ لیے ہوئے ہے۔

۵۔ "نظارۃ المعارف قرآنیہ" کے اصول مطالعۂ قرآن اور تفسیری رجحان پر تحقیق سے ایک ایسا موقع میسر آتا

۸۶۔ عبید اللہ سندھی، **القاء المنان فی تفسیر القرآن** (چشتیاں: جامعۃ اشاعۃ العلوم، ۱۳۵۵ھ)، ۱۴–۱۵۔

ہے جس سے وابستہ مفسرین قرآن پر عملی زندگی گزارتے ہیں، آزادی کے لیے جدوجہد میں مشغول ہیں، اور اس عمل کے لیے بنیادی فکر قرآن حکیم سے حاصل کرتے ہیں۔ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی و عملی کردار تفسیری میدان میں ایک نئے انداز کو متعارف کرواتا ہے، جو روایتی تفسیری انداز سے الگ ہے۔

سفارشات

۱- مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا منہج تفسیر سماجی تشکیل کے بنیادی تقاضوں کو زیر بحث لاتا ہے، جو بیسویں صدی کے سماجی تغیرات کے لیے رہ نمائی کا کردار ادا کرتا ہے۔ اس منہج کو علمی حلقوں تک پہنچایا جائے تاکہ قرآن پر تدبر کا سماجی زاویۂ فکر متعارف ہو۔

۲- مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری منہج پر خاطر خواہ تحقیقی کام ہوا نہ ان کی مکمل تفسیر طباعت میں آسکی۔ جامعات میں مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے مخطوطات پر مرحلہ وار تحقیقی کام وقت کا تقاضا ہے۔

۳- سب سے پہلے مخطوطات کی تدوین و تخریج پر کام ہو۔

۴- عربی اور سندھی مخطوطات کی طباعت کا اہتمام کیا جائے۔

۵- عربی اور سندھی مخطوطات کے اردو میں ترجمہ اور طباعت کا اہتمام کیا جائے۔

۶- ریاست پاکستان کو جن نظریاتی و مذہبی چیلنجز کا سامنا ہے، مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات ان کے حل کے لیے ایک بنیادی نظریہ دیتے ہیں۔ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری ذخیرے کو نصابی کتب کا حصہ بنا کر طلبہ کی فکری الجھنوں کو سلجھانا ممکن ہو سکتا ہے۔

۞۞۞۞۞